REGISTERD No. A.755

OUDH PUNCH

LUCKNOW 1928 WEEKLY

جلد سیزدہم ۱۹۲۸

जिलद नः १३

ہفتہ وار باتصویر ظریف



مستان المطابع پریس لکھنؤ وکٹوریہ اسٹریٹ میں باہتمام حکیم محمد ممتاز حسین مالک و ایڈیٹر چھپ کر شائع ہوا

مینیجر کی نہایت ضروری گزارش

قواعد و ضوابط

(۱) اُجرت اشتہارات اور قیمت اودھ پنچ بہرحال پیشگی لیجاتی ہے۔

(۲) شاگردان مدارس کے ساتھ بشرط تصدیق ہیڈماسٹر یا پروفیسر صرف سالانہ قیمت مین ایک روپیہ کی رعایت کی جائے گی یعنی للعہ سالانہ قیمت لیجائے گی یہ ضروری شرط ہے۔

(۳) قیمت اودھ پنچ کا وی پی نہین بھیجا جاتا اسوجہ سے کہ طوالت کے علاوہ وی پی بھیجنے مین خرچ زیادہ ہوتا ہے۔

(۴) نمونہ بازون کو معلوم رہنا چاہیے کہ اودھ پنچ ایک مشہور ظریف پرچہ ہے اور مدتون سے خدمت ملک کر رہا ہے نمونے کے طور پر ایک پرچہ دیکھنے سے اُسکی تمام خوبیان ناظرین دریافت نہین کر سکتے۔ ہر ایک نمبر مین نئے مضامین ہوتے ہین ممکن ہے کہ جو پرچہ نمونے کا آپ کو ملے اُس مین آپ کے مذاق کے مضامین نہون۔ اور دوسرے پرچے مین آپکے حسب خواہش مضامین ہون۔ لہذا یہ بہتر ہے کہ آپ امتحاناً تین ماہ کے واسطے خریدار بن جائین اگر اس پرچے کے مضامین آپکے مفید مطلب اور مذاق کے موافق معلوم ہون تو چہ ہفتہ کے اندر مزید تین روپیہ بھیجکر آپ مدت خریداری کو ایک سال تک بڑھا سکتے ہین۔ ورنہ الخیر فی ما وقع۔ بندہ پرور ایک مشہور یکتا و یگانہ پرچے کا نمونہ طلب کرنا ہی فضول ہے۔

(۵) طالبان مفت اگر اپنی جیب پر قیمت کا بار نہین ڈال سکتے تو اُنھین لازم ہے کہ چھ سالانہ خریدارون سے قیمت بھجوائین اور اس طرح اپنے نام ایک سال کے لیے اودھ پنچ بلا قیمت جاری کروائین۔ دام و درم نہین تو قدمی کوشش سے فائدہ اُٹھائین۔ مذہب یا ناداری یا یتیمی کا واسطہ دلانا خلاف حمیت ہے۔

(۶) یہ تو ہم کہہ نہین سکتے کہ ڈاکیے صاحب ڈاکو ہین۔ یہان سے ہم پرچہ روانہ کرتے ہین وہ راستہ مین گاؤ کھپ ہو جاتا ہے لیکن یہ مشاہدہ ہے کہ ہر نمبر کے اشاعت کے عقب مین پانچ چار عتاب نامہ منیجر کے نام ضرور آتے ہین۔ ہر ایک کاپی کے ساتھ ہزارون خریدارون کے دستخط نے بر بنا ز منیجر خود نہین پہنچ سکتا اور پرچہ کو گم ہونے کی عادت ہے پس اس عادت کا علاج یہی ہے کہ گم شدہ نمبر دوبارہ حاضر خدمت کیا جائے پرچہ کی اشاعت سے غرض یہی ہے کہ آپ حضرات ملاحظہ فرمائین ناخوش کرنا مقصود نہین ہے۔ لہذا عمداً تساہل نہین ہوتا۔

(۷) میعاد خریداری ختم ہونے سے ایک ہفتہ قبل دفتر سے اطلاعی خط روانہ ہوتا ہے اگر اُسکا جواب نہ ملا تو زیادہ تنگ طلبی اور زبردستی نہین کیجاتی پرچہ بند کر دیا جاتا ہے۔ لہذا تجدید خریداری منظور ہو تو فوراً اطلاعی عریضہ کا جواب ملنا چاہیے جسکی روانگی کی رسید ڈاک خانے سے حاصل کر لی جاتی ہے۔

(۸) جن اشتہارات و اطلاعات کے تحت مین منیجر اودھ پنچ کا نام نہین ہے اُنکے متعلق کلیہ خط و کتابت مشتہر کے نام ہونی چاہیے۔

(۹) جو مضامین "اودھ پنچ" کی صلح کل پالیسی کے مطابق نہونگے وہ شایع نہونگے اور اُنکی واپسی پر بھی ہم مجبور نہین ہین۔

(۱۰) مضامین صاف خط مین کاغذ کے ایک ہی رُخ پر لکھے جائین۔ مذہبی حیثیت سے کسی شخص یا قوم کی تنقیص اُن مین نہو۔ فقط

نوٹ

جو حضرات خریدار ہین اُنھین خطوط اور منی آرڈر مین نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیے جو کہ اُن کے نام کی چٹھی پر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

جلد ۱۲ نمبر ۶

مضامین غیر

۱۲ فروری ۱۹۲۰ء

شادی ہا

آج کل میں سامان شادمانی کا تذکرہ بے محل ہے جشن بہار اور دل شاد کام کی ضرورت ہے ایران کا ایک خوش گو شاعر اس طرف متوجہ ہے مگر چونکہ شاعر شاہد عشق کی مصیبت سے کبھی خالی نہیں ہوتا چنانچہ اس نظم کا آغاز بھی لطف شادی سے ہوا مگر نہان بوس و کنار کی مسرت پر ٹوٹی اسباب شادمانی کے مختصر ہیں مگر شاعر نے چار ہی بند پر کفایت کی ہے — جو کچھ ہے خوب ہے اور ہمیں بھی قبول و منظور ہے۔

ایڈیٹر

درین فصل خزان پژمرده و تیمار ——— بشد را شادمانی ہست بسیار
عروس نوجوان از شوے والا ——— بپوشد کامران بر دامن یار
شبے چون پاسبانان در بامن ——— کنا بستر نہد زند بیدار
بہ افسون کرد کے را خواب کردن ——— چنان آسان گرفتن کار دشوار
تنش را از پلیدی پاک شستن ——— بہ ابرو ناشده چینے پدیدار
تن شاداب بر چار بودن ——— طبیب و عاشق و یار و پرستار
چو کودک تب کند بر رخت بدن آب ——— ز اشک پاک چشمان گہربار
کہ روزے باز با آن بے زبانی ——— بہ دلگرد بشادی گرم گفتار

اگر پرورده طفلے بہ دامان
ندانی ہیچ شادی بہتر از آن

شب آدینہ گلگشت بہارانی ——— نخستین پاس خفتن در جوانی
کتاب و درس را یکسو نہادن ——— بخوردن بادہ عیش و شادمانی
بجان روستان سو عود بودن ——— کہ شادی خیزد از آن میہمانی
کشودن چشم چون آن کہ خورشید ——— کند بر بام گیتی زر فشانی
رخ ناشستہ زی بستان دویدن ——— گرفتن بہرہ از زندگانی
بزیر بید بن فارغ نشستن ——— ز اندوه و ملال این جہانی
لبشوخی نکتہ سنجیدن کہ زیباست ——— میان دوستان شیرین زبانی
سخن بسیار گفتن کم شنیدن ——— بگردن بار نیکان سر گرانی

چنین آدینہ شادی خیز باشد
ولے شیرین تر از آن نیز باشد

نخستین روز نوروزے کہ عالم ——— شود بار دگر سر سبز و خرم

اگر در عروس بوستانی ——— تو نہ بیلے ہا رقص یکدم
کشد چون زندہ اند قمری آوا ——— بگوش آید نواے زیر و بم
صفاے باغ را با رب سبک دست ——— فشاند بالم باران فشرده ہم
بطراری سحرگاہان نسیمے ——— چکانند در دہان غنچہ شبنم
بچہرے سرگیں یار پروش ——— خوے و باران بیا سینہ مرہم
بپاے دوست اندر عاشق زار ——— کند بشکستہ پیمان با دمکم
کہ نہ ہم دست تا ستم از دست ——— زند معشوق لب خندے کہ بس کم

نکو ہم رو بزین نیست خیر این
ولے گویم شناسم بہتر از این

شبے ماہ و فلک بر گیتی خواب ——— ز بام آسمان پاشیده سیماب
دلگفتی مادر از سیم سر ما ——— پوشیده بر تن فرزند سنجاب
فرا از سر دوین مرغ خوش آہنگ ——— نوا زوحن ہاے ہیچ اسباب
دلگفتی را ستی خیال گر عشق ——— زند بر تار دل گلگاه مضراب
کنار بستر دیبا نگارے ——— ز مستی خفتہ در آغوش مہتاب
پرند بر تنش افتاده گفتی ——— بشمشادے جوان پیچیده لبلاب
دو شہلا نرگس جادو فریبش ——— ز رنج عشوہ بازی رفتہ در خواب
بلا کش عاشق خوردیده حلے ——— شده محو آن رخسار سیراب
ز شور عشق و شیرین کاری یار ——— دل این زلف آن افتاده در تاب
کہ ناگاہان چو آید ستمگر خند ——— دران شیرین لب ہم رنگ عناب
دو لب خند اندر زے کہ زہنار ——— زبان خرمی تنگ است دریاب

خوشا آن لب کہ بوسد دست یارے
باشکے شوید انگشت نگارے

آقائے ل صورتگر

خطاب شاعر لطیف ظریف بہ ذات شریف

او باغبان مرحلی نواد و پیار جنگ ——— اس وقت تو مشار شریف و وضیع ہے
کر اتفاق بن کے ہوا خواہ باغ قوم ——— گر جان بلب کا خیر طلب اور مطیع ہے
ہے دلنواش تیری صدا ہو شاید ہیچ ——— اذکار میں تو مرہمی جنس المسیح ہے
مانا کہ نا مثل ترا اور تیرا مرتبہ ——— چرخ بریں سے بھی بہا رفیع ہے
لیکن نسال قوم کے تمانے کو دانہ ——— پھیلاؤ میں فلک سے زیادہ وسیع ہے
ننگ اسکو اپنے فعل سے شد تو نگر ——— یہ کام پر ضرر ہے یہ از بس شنیع ہے
دشمن ہے اس شجر کا جہان میری بیل ہوا ——— جو اسکے زیر سایہ ہے وہ سر و تیع ہے
باطل ہے یہ کہ دیکھتا سنتا نہیں کوئی ——— بات خدائے پاک بصیر و سمیع ہے
خلقت میں اتنا کہ ہم سے ہم کیوں جے ——— کیا یاد نہیں روز جزا کا شفیع ہے

دل ہی سے کر چکے ناامید قوم تو
اقبال جرم اگر تہہ دل میں نہیں ہے
اطفال بوستان کے لیے تو ہے مرضی
تن بہر غنچہ ہائے تعلیم درس ہے

راقم

محمد عبداللہ رضا حیدرآبادی ... بمبئی

غزل

اس رخ زیبا سے ہم گھونگھٹ جدا نہ دیکھیے
دیکھیے اتنا۔ وہیں سیدھا کہ ترچھا دیکھیے
ہوتی اپنے پاس اگر معقول کوئی جائداد
عاشقی کو اس گھڑی نہ کالا لادا دیکھیے
مفلسی کا ہو برا ممکن نہیں ہے دن گھڑی
دن گزر جاتا ہے اپنا سارا سایہ دیکھیے
استغاثہ کرتے ہنگامہ کا دائر۔ ہم اگر
ان کو اور چرخ ستمگر کو اکھاڑا دیکھیے
جس گھڑی اقرار کر لیتے وہ ہم سے وصل کا
منہ پھر ہم دیکھتے اس دم نہ سو فا دیکھیے
ہم سمجھ لیتے کہ موقع کورٹ شپ کا آگیا
گر کبھی انکی نگاہ بے حجابا دیکھیے
ڈاروں کے سر بسر ہو جاتے پھر قائل مگر
آئینہ میں آپ وہ اپنا تماشا دیکھیے
ان کی طفلانہ مضمون کا کیا کروں یارب علاج
کہتے ہیں ہم پرورش خون تمنا دیکھیے
مرد و زن عریاں ہم ... دیکھیے آجکل
دیکھیے آگے ابھی ہیں اور کیا کیا دیکھیے

راقم

خفاش کراچی

ہم کالے ہیں کس طور سے کالک کی ہو قابو
روپیہ بھی جو کالا ہو تو لیتا نہیں بابو

مکالمہ

کیا کہیے۔ کمبخت کالک سے کسی طرح نجات نہیں۔ ملک بھر کالا ہے۔ ہم خود اپنے روسیاہ سے شرماتے ہیں۔ ہزاروں تدبیریں کیں کہ گورے صاحب لوگوں کی آنکھوں میں سفید دکھائی دیں مگر کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ ولایت گئے مگر ع

گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ
بآب زمزم و کوثر سفید نتوان کرد

جلاب پیے۔ طرح طرح کی دوائیں کھائیں نقل مکان کیا۔ سفید پانی پیا اجلی ہوا میں رہے۔ جھاڑ لیپا کا لیپا پھر ہاتھ کالے کے کالے۔

کہ زنگی بشستن نہ گردد سفید

کوئلے کی دلالی سے ہاتھ کالے۔ پولی سیاہ کی روز ملاقات سے منہ کالا۔ بینک میں روپیہ گئے پر وہ کر ہوئے کہ شاید زر ابیض علیہ السلام کے فیض صحبت سے چہرے کی کالونس چھٹے لیکن ان میں مٹے مگر آہ۔

سیہ بختان قسمت را چہ سود از صحبت ری

پورے میں ... گھڑ بسی کے اختلاط سے بھی بیاہ اکثر ذہن اسود نے برص ابیض کی صورت نہ پکڑی۔

نہ رنگ اپنی ہوئی ہم صورت کا تو قصوری

کوٹ پتلون پہنا۔ ہوٹل میں کھانا کھایا۔ بینس ٹیرڈ سے دل بہلایا۔ کرکٹ کھیلا۔ صابون ملا۔ طمانچے مار کے منہ لال کیا۔ تمام گوروں کے شاغل بیکار ہوئے۔

کالا جل سے جدا ہو نہیں سکتی ہے سیاہی
وہی آہن تاب رنگ جو پہلے تھا قائم رہا۔

ادھر تو یہ اہتمام ادھر صاحب لوگوں کو کالک سے وہ نفرت کہ الٰہی تیری پناہ۔ آنکھ کی پتلی سیاہ ہم تو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ حضور نے انکھوں کو بی ہی تھیں پتلی بھی بدل ڈالی۔ نیلوں سے آنکھ ملائی۔ زلف سیاہ سے دل عاشق پر سانپ لوٹتے تھے وہ بھی ایک دوسوں ... اور بیزاری سے لنڈوری ہو گئی۔ دگر کبھی طب رخسار پر خال حبشی نہ قیام کیا تو وہ نو لیا کریم سے اسکی ترشیح کی گئی۔ ہوٹل میں بھی رہا تو دور پوش رہا۔ لکھنے کی روشنائی بھی ہے تو نیلی ہے۔ دیکھ مسی کی جگہ تامب ... کی بتلی ہے گھر بار پیاری ہے۔ مشک و عنبر سے بیزاری ہے صبح کی ... ذرا ... خوری ... کروا کے پھر بھی ہوا شکایت نہ کریں۔ رات کی قرادی ... دیواریں ...

دوسر طراوے صبح و سالم گھر بھونچا ئے مگر کالی بلا قابل نفرین ہے۔ اگر سیاہ خانے کی کوئی بات مرغوب ہے تو وہ کالوں پر حکومت ہے ہر چند کہ بادل ناخواستہ ہے۔ کمال یہ ہو دہ انے کی تدبیریں بھی ہیں۔ خیر یہ سب تو پرانا افسانہ ہے حال میں ایک اسٹیشن کے گورے صاحب (یعنی بابو صاحب) نے ایک نیا قانون بیان فرمایا۔ مکالمہ سنئے اور اگر بابو صاحب کا یہ قانون صحیح ہو تو بیچارے دیہاتیوں کی قسمت پھوٹ گئی کالے کالے آنسو بہائیے۔ جن کو روپیہ رکھنے کے واسطے تو سیف بکس میسر ہے نہ پاکٹ کیس۔ وہ بیچارے روپیہ ہوتے تو ٹینٹ کے پسینے کے کھاری کنوئیں کا پانی پی کے کالے ہوتے رہے۔ دس پانچ ہوئے تو چولھے کی مینڈ میں جا رہا ... سیاہ ... شیشی ... اسود کا لطف اٹھاتے اٹھاتے زنگ لگنے لگے۔ اتنی سی بات پر اگر اسٹیشنوں کے نئے نئے قانون ان سے نا رضی ہو جائیں

ترجمانی کا کام کیونکر چلے۔ دیکھیے وہ ریلوے کے امرتیلی لے لاسو پڑے گا۔

«پھر کے جانے والے ٹکٹ لیو»

وہ مسافروں میں کھلبلی شروع ہوئی۔ ہر طرف سے جاگے مسافروں نے بیوی بچوں کے گٹھر پھاڑ کے اٹھے اور سو سے زیادہ دیار خدا ٹکٹ گھر کی طرف چلے۔ وہ شخص جو گورا چشم بے میانی کی طرح وار تھا۔ اور کالا کالا بابو انگریزی زبان میں "ناٹ کم" کے فقرے مار رہا تھا اتنے میں ایک مسافر آیا اور اس نے ساڑھے تین ٹکٹ مانگے۔

بابو۔ کس ایج (عمر) کا بوائے (لڑکا) ہے جس کا واسطے اِن (آدھا) ٹکٹ مانگتا ہے۔

مسافر۔ آٹھ سال۔

بابو۔ بوائے کو لاؤ۔ بنا دیکھے اِن ٹکٹ ناہیں ملے گا۔

مسافر۔ آپ ٹکٹ بنائیے۔ لڑکا ابھی آتا ہے۔

بابو۔ نو نو۔ ریلوے رول کے خلاف بات کیسے ہونے سکتا۔

مسافر۔ بابو صاحب بھیڑ بہت ہے۔ آپ کچھ شک نہ کیجیے ٹکٹ بنا دیجیے۔

بابو۔ او ہو بوائے کا ایج جیادہ ہوا تو فیر جھگڑا ہے۔

مسافر۔ پورا کرایہ دیا جائیگا۔

بابو۔ او سب گول مال۔ جھگڑا وگڑا ہم رست وغیرہ نہیں ہے۔

مسافر۔ اچھا تو آپ دو پورے ٹکٹ دے دیجیے۔ اور ایک آدھا بنا کے رکھیے میں لڑکے کو لاتا ہوں۔

بابو۔ روپیہ لاؤ۔

مسافر غریب نے روپیہ گن دیے۔ بابو صاحب نے ایسی نقادی کی نظر روپیہ پر ڈالی کہ بجائے نقاد مولانا ... کے نقد سخن کے گردے تیوروں کی ...

بابو۔ اوہ نو۔ سب کالا کالا۔ یہ دو نمبر روپیہ ہے۔

کھراب۔

دیہاتیوں کی کسوٹی انگوٹھا اور گھٹنے کی انگلی ہے۔ روپیہ گھٹنا کا وے کے اچھلا اور پھر کوڑی والے پتے کی طرح ہاتھ پر آ رہا۔

مسافر۔ دیکھو بابو۔ روپیہ ٹھیک ہے۔ سو ڈکٹا دو نیم چام کا سکہ ابھی نہیں ہے سیسہ بھی نہیں ہے۔ کالا ٹھکرا اکنڈے مار بھی نہیں ہے۔

بابو۔ او۔ جی نہ۔ کالا ہے کالا ہے۔

نہیں لیتے۔ کل ہم سے کہیے گا کہ جاؤ ہم کالے آدمی کو ٹکٹ نہیں دیتے۔

بابو۔ او بابو۔ فکر ریسٹ نا کرو۔ کالا چینج کرنے کو ریلوے سے آرڈر پاس ہو گیا۔

مسافر۔ خدا غارت کرے اس کالے آرڈر کو۔ ابھی ریل بھاگی جاتی ہے کوئی ہم نے روپیہ بنایا ہے؟

بابو۔ او بابا۔ کسی فرم میں آگ لگ جانے سے بہت ربت روپیہ کالا پڑ گیا۔ دیر گیا۔ ابکا پبلک میں کالا روپیہ جانے سے گڑبڑی ویک دفعہ ہوتا کا کمپنی سے روپیہ کاٹ کے فیر آفس پر گھما دیتا اور ہم لوگ کو ڈنڈ دینا پڑتا۔ سمجھا۔ کالا روپیہ ٹھیک ناہیں۔

مسافر۔ بابو۔ روپیہ تو ہم نے دیتے ہیں مگر یہ جادو کر کالے ہو گئے۔ آخر ریلوے نے تمہاری آبنوسی رنگت پر کیوں لحاظ نہ کیا۔

اتنے میں اکسپریس ٹرین کا سیاہ تاب انجن جھک جھک جھک جھک کرتا پلیٹ فارم پر ڈٹ گیا۔ غریب مسافر کالے گورے کی بحث کو زیادہ طول نہ دے سکا۔ بچے کا ہاتھ پکڑ کے بابو صاحب کا اطمینان کر دیا کہ نصف کرایہ کا استحقاق غلط نہ ہو جائے۔ اور سر پر پاؤں رکھ کے بھاگا۔ آپ جانیے ان جانب بھی مسافر ہی تھے فتحپور کا ٹکٹ لے کے پلیٹ فارم پر آ گئے اور حیرت سے فرسٹ کلاس کے گورے مسافروں کا منہ تکنے لگے جنہیں کالے آدمیوں سے نہ وحشت تھی نہ دہشت اس کے علاوہ انکے پاس کالے روپیہ تھے۔ ان سے انگریزی میں کہا کہ تمہیں کالے کالے روپیہ صرف کرتے شرم نہیں آتی؟ روپیہ کالا ہے ہم بھی کالے



۔ ٹھہرو ٹھہرو اچھلو کودو نہیں میں تو خالی مصور ہوں تصویر لے کے چلا جاؤں گا۔ لے ادھر منہ پھیر دو۔

۔ بالفعل پیچھا ورے (جوتیوں) کی تصویر ہی لیجائیے پھر دیکھا جائے گا۔ یہ صورت نہیں ہے دکھانے کے قابل۔

مسافر۔ ابھی کالا ہے تو ہم کیا کریں ہے تو گوری چاندی کا۔ یہ دیکھو آواز سنو۔

مسافر نے سنگ آستان بابو یعنی کھڑکی کے پتھر پر ایک مرتبہ پھر روپیہ کا سر ٹپکا۔ مگر عاشق ناشاد ہی رہا۔ وہ قبول نہ ہوئی۔

بابو۔ بجتا ہے باجا ہے۔ فیر کالا۔ کالا۔

مسافر۔ ابھی ہم بھی تو کالے ہیں آج آپ کا لائن

ہیں تو کالا ہم کا ان کے حوالے کرو۔ صاحب نے نیلے پیلے روپے نکالے۔ یہان مارے ڈر کے منھ زرد ہو گیا۔ اور زردی اسوقت تک کا فور نہ ہوئی جب تک فتحپور کا اسٹیشن نہ دیکھا انشاءاللہ خیر صلاح باقی ــــــــــــ

سرکوب فتحپوری

ــــــــــ۰ــــــــــ

اولڈ بوائے

پہلے اس نام کا ایک رسالہ علیگڑھ سے نکلا تھا مگر ان دو تین ماہ کا کچھ حال رہا واللہ اعلم سیاست حیدرآباد دکن سے دوبارہ اس نے سر نکالا ہے مگر تعجب ہے کہ ''اولڈ بوائے'' کا ترجمہ کسی اصطلاحی مترجم کو نہ سوجھا۔ مولوی وحید الدین سلیم بیہودہ اصطلاحون کے وضع کرنے مین اپنا ثانی نہین رکھتے یا رو ان ہی سے پوچھ لیا ہوتا۔ وہ ''بڈھا لونڈا'' یا اسی کے مماثل کوئی اور گردان مین پیدا ہونے والا نام کردہ دیتے۔ واللہ حیدرآباد کی توہین ہے کہ وہان سے رسالہ نکلے اور یونیورسٹی کے قابل فرزند (جنھین اصطلاحات) کے تصرف ذہنی و علمی سے محروم رہے۔

اس رسالے کا تیسرا نمبر پیش نظر ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ کوئی چیز اعتراض کے قابل نہین۔ غالباً نقاشی و کتابت ہمارے دوست سید فضل اللہ صاحب کی مرہون منت ہے جن کے خط مین ولایتی خان ہے اور ڈرائنگ ورک مین کامل مہارت رکھتے ہین۔ ہان مضامین کے بارے مین کچھ کلام ہے مثلاً ''فسون کاری'' کے عنوان سے ایک نظم ہے۔ شاعر فرماتا ہے ؎

میرے دل نازک مین کیون دست گریبان ہے
اے عشق کی بیتابی لے عقل کی خودداری

یہان ''دست و گریبان'' جسکے معنی ''ساتھ ملنے جلنے'' شریک با ہم ہونے کے ہین بمعنی ''دست بگریبان'' استعمال ہوا ہے جسکے اصطلاحی معنی ''خصومت جنگ دشمنی اور لڑائی'' کے ہین۔

اگر شعر مین ''دست و گریبان'' سے مراد مرتبہ وصل مراد نہین تو اس کا صلہ ''مین'' سے نہین لہٰذا ''دل نازک سے دست و گریبان'' کہنا تھا۔ ''مین'' کی غرض سے ''میدان جنگ'' کی طرف اشارہ کرتی ہے اگرچہ وہ تنگ و نازک ہے۔ یا ایک ایسی دعا بلی کا پتا دیتی ہے جہین ''عشق کی بیتابی اور عقل کی خودداری'' متضاد سرین دو دو ہم آغوش رہنے پر بھی پہنچ جاتے ہیں۔ دونون کا اتصال قابل تشکر ہے شکایت و اعتراض کے قابل نہین۔ اگر اردو محاورے کے خلاف ''دست و گریبان'' اور ''دست بگریبان'' مرادف سمجھے جائین تب بھی ''فسون کاری'' بے لطف اور خرافات سے بھر پور نظر آتی ہے! ایسے معنوی شاہ صاحب کا مجھ کچا کہنا چاہئے۔

پھر فرماتے ہین ؎ :

اس بزم مین سوچو تو کیا نیند کے معنی ہین
جس عالم غفلت مین اک خواب ہے بیداری
آرام طلب دل پر احساس غلامی سے
اک ضرب لگا کاری۔ اک زخم لگا کاری
پھیلی ہی کی صورت ہے وہ لطف کا سامان ہے
اے عقل کھلونون کی حاجت نہ خریداری

پہلے شعر مین ''بزم'' اور ''عالم غفلت'' ایک ہی شے ہے لہٰذا دو مین سے ایک بیکار ہے۔ مطلب اس قدر ہے کہ جہان خواب کا نام بیداری ہے وہان ''نیند'' کے کیا معنی ہونگے ؟ مگر فسون کاری کا نحو کسی قاعدے قانون یا لطافت و فصاحت کا پابند نہین۔ دوسرے شعر مین مخاطب معلوم نہین کون ہے۔ شاید شاعر صاحب اپنے دل سے باتین کر رہے ہین۔

تیسرے شعر مین ''یہ'' اور ''وہ'' کا اشارہ خدا جانے کس طرف ہے۔ قریب کوئی نظر آتا ہے نہ بعید پھیلی کی صورت اور لطف کا سامان کھلونا نہین ان یون کہئے تو ''کھلونون'' کا اطلاق صحیح ہو اور شاعر اند ویرانی کا گھر و ذرا آراستہ ہو جاتا جہین ''فسون کاری'' کے نشتر لگائے جاتے ہیں ؎

پھیلی کی گگری ہے وہ لطف کا ہوا ہے
اے عقل کھلونون کی حاجت نہ خریداری

پھر ارشاد ہوتا ہے ؎

یہ اب تو یہی ہے میکش کہ جو گذرے تو فسون کاری

یعنی محبت عجیب چیز ہے کہ جب پردہ اٹھایا جاتا ہے تو شاعر انسان سے ''کھٹا باجن'' یا ''ٹھمری'' ہو جاتا ہے۔ شاعر ''قدرت'' کا حکم سناتا ہے ؎

اندھون کو دکھا جلوے بہرون کو سنا نغمے
قدرت نے مرے حق مین یہ حکم کیا جاری

حکم معقول ضرور ہے۔ یہ فسون کاری اندھون اور بہرون کے مصرف کی ہے خدا کرے جو کسی ہوشیار اور کان والے پر اسکا اثر ہو۔ واللہ بے پر کی اڑانے لگے گا۔

ایسی فسون کاریان اس رسالہ مین کئی ایک ہین سب سے تعرض کیا جائے تو دوسرے مفید مطالب نہین رہ جائین۔ لہٰذا ایک نمونہ نثر کا ملاحظہ فرمائیے جس قصہ پر خاک ڈالیے۔ بلکہ اردو کی روح پھڑپھڑا رہی ہے۔ نئی تعلیم یافتہ پود سے توقع تھی کہ یہ پڑھ لکھ کے اپنی زبان کو فائدہ پہنچائینگے مگر انھون نے اچھے شاعرون کی ہجو کے سوا اور کوئی علامت اپنی استعداد کی مبیت کی دنیا کے سامنے پیش نہین کی۔ اچھے شعرا فحاشی نشے مشغلے عیاشی کرتے تھے۔ فقط نہ دشمن پر جان دیتے تھے علم کی ان سے خبر نہین ہوا۔ مگر وہ بیل قمیاکرتی کے سوا انھین کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ بے حیا تھے۔ خوشامدی تھے قومی درد انکے دل مین نہ تھا۔ سب کچھ تھا مگر جو کچھ علم و نثر مین انھون نے کہا وہ سمجھ سے باہر نہین کہا۔

اس نمبر مین (نمبر ۳) ''بعنوان'' ''مطالعہ سوئن برن'' ایک مضمون ہے۔ یہ مضمون بعض انگریزی شعراء سے متعلق ہے اول تو اردو مین شیلی اور سوئن برن پر مضمون لکھنا ہی فضول ہے اگر ان کا کلام یا اس کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد محاسن کلام سے بحث کیجاتی تو فائدے سے خالی نہ تھی۔ مگر مضمون نگار صاحب نہین معلوم کن لوگون کے لیے قلم اور سیاہی برباد فرماتے ہین۔ جو لوگ شیلے اور سوئن برن کی جلالت قدر سے واقف ہین انھین شاید مضمون نگار صاحب کے خیالات سننے کی ضرورت نہ ہو گی۔ جو حضرات ان دونون سے واقف نہین یا انگریزی نہین جانتے۔ ان کے لیے تمام مضمون خرافہ محض یا لا یعنی ہے اور ایک انگریزی کی قوالی سے کم نہین نہ زیادہ سے زیادہ اسکی سمجھ مین آئے گا تو کیا کہ ایک صاحب کو



مین وہ مرغ خانہ خراب ہوں ... جو لیا کسی نے ... مجھے صدقے کے اڑا دیا

"تصدق اقتدار حکومت"

صیاد:- کالا کوا بھی چھوڑیں صدقے (صدقہ) کونسل کا روج (روز)۔
پنچ:- ایک کوا تو آپ کا اڑا چھوڑ چکا۔
صیاد:- لاسا ٹھیک نہ تھا۔ کالا کوا بھی چھوڑیں منگل کا روج۔

انگریزی شاعروں کے نام کی فہرست خود یاد ہے مجھے
...... انگریزی اور اردو دونوں مرغزاروں میں طیور
مانوس ہم موجود ہیں اشعاری انگریزی دانی
زمانے ہیں۔

یہ شیلی اور سوئن برن کی مشابہت بھی اس جبرت انگیز خیال کی طرف انکسائی ہے کہ شیلی نے سوئن برن کی صورت میں نیا جنم لیا ہے۔

شیلی کون تھا سوئن برن کون ہے اس نے اپنے کلام میں کیا حذاقت و صنعت ہنر کی اصناف سخن کو کس قسم کی ترقی دی۔ یا کلام کا تقابل حضرت کو اس سے بحث نہیں بعض سوانح مثلاً کالج سے نکالا ملنا۔ اچھے خاندان میں پیدا ہونا۔ شباب کے جوش میں ابتدائی زمانہ گزارنا عیسائیت کی مخالفت میں آواز بلند کرنا، ہر بات کا ایک دم فیصلہ کر لینا، بس یہی وجوہ شبہ ہیں شیلی کے ساتھ خدا جانے کون سا دنیا سلوک کیا گیا تھا جس سے سوئن برن بگڑ رہا۔

"اگرچہ واقعہ یہ نہیں کہ حقیقت شیلی نے سوئن برن کی صورت میں دوبارہ جنم لیا ہو یہیں اتفاق ہے کہ یہی نے دنیا دوسری زندگی میں پہلی زندگی کی تجربوں سے بہت کچھ مدد حاصل کی ہے ......

شاعری میں اس کا درجہ شیلی سے بہت بڑا ہے وہ نیچی میں رہوری نے اور بہار ونگ بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے بلکہ کوئی انگریزی شاعر یہاں تک کہ شیکسپیئر بھی نظم کی استادی میں اس کا ہم پلہ نہیں۔

بہتر قصیدہ ہے غالباً اس قصیدہ کی برکت سے دنیا انگریزی شاعری میں اتنی ہی مہارت حاصل کر لیگی جتنی کہ سوئن برن کو حاصل تھی۔

شاعری کی طرح تمثیل Drama نگاری میں بھی اس کا درجہ بہت بلند ہے ......

بھی پورے وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ انیسویں صدی کے تمثیل نگاروں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس کی ہمسری کر سکے ......

لیکن اس کے بعد خود ان باوشاہ کے مقابلے میں سوئن برن کا یونانی قصیدہ [illegible]

بہت کچھ بحث دے گیا ہے۔

"وہ تمثیل نگاری کی تقلید ہوئی۔ امید ہے کہ اردو کے مصنف یونانی "نمونہ" کی پیروی کرینگے۔ اور جناب مضمون نگار کی اس تو صیف و تحسین سے بے خود ہو کے ایسی بے ربطی (اصطلاح ادب لطیف "جذبات" مرتعشانہ ہو جائینگے جس کی انتہا قبر کے بیچ پر ڈرامہ" کا ایکٹ کرنے وقت تک باقی رہے اور تا روز حشر ختم نہ ہو۔

آٹھ صفحہ کا مضمون ہے اور ایسے "تحقات" سے آراستہ ہے جنہیں "سوئن برن" کا باپ یا بیٹا بھی نہیں جانتا۔ چہ جائیکہ ایک اردو پرچہ کا ناظر۔ آپ اگر شاعر لکھتے ہیں تو اسکے ساتھ ہی انگریزی میں Poet بھی لکھ دیتے ہیں تاکہ پوئٹ کی لفظ لکھنے اور "تمثیل نگاری" پر صرف واہ واہ کرنے سے جملہ نکات شاعری و تمثیل نگاری حل ہو جائیں۔

خدا کی عنایت سے جناب مضمون نگار اردو کے بہت بڑے ماہر ہیں جنہیں اور موٹے خیالات۔ رنگیل تحفہ۔ عہد نو خائیہ کی جانبیاتی۔ کلاسیکل مطالعہ۔ آنکھ کسی بسر وستا نزادی۔ اور اس قسم کے بیسیوں لاجواب الفاظ سے وہ عبارت جو ہر ناظر کے سامنے عریاں ہو جاتی ہے اور بقول جناب مضمون نگار:۔

"عریانی ایک عیب ہے۔ لیکن یہ عیب دفعہ ہو سکتا ہے اگر اس میں کچھ حسن ہو۔"

آپ کی عبارت آرائی حسین عریان ہے اللہ نے چاہا تو شیطان سے شرما بانہ کے دفعہ رہے گی۔ محاسن مضمون اسوقت تک ناظرین پنچ کے ذہن میں ابھی طرح نہیں آ سکتے جب تک ہم اپنے الفاظ میں نقل نہ کر دیں یہ درست نہیں کیا ہماری الفاظ کے محاسن کی نقل کریں گے وہ جب نہ واقف حال سمجھ سکے نہ جنہیں ان الفاظ میں ایسی برکت ہوئی کہ کوئی جرمنی فرانسیسی اور برطانی شاعر نہیں بچا جس کی شاعری سے بحث نہ کی گئی ہو۔ مضمون ڈالی آئینہ پر ختم ہوا ہے لیکن کمال حقیقت نما کا سلسلہ ختم نہیں ہوا اولاً برائے حسب ایمان کے استعمال سے دماغ کی تقلید

پیش اور پیش کر سکیں۔

الغرض صحافت یا شہرت کی عظمت یہ ہے کہ اولاد ہوا نے صاحب کو رو اداس پیرے میں کہر کے واسطے باعث مسرت نہ ہوا۔

خدا جانے لوگ کیوں مولانا اودھ پنچ کے دفتر میں ایسی چیزیں رائے ظاہر کرنے کے واسطے بھیجتے ہیں جنہیں نہ تو کوشش و تلاش سے واسطہ ہے نہ علم و ادب سے۔ فقط
راقم ——

خاکسار اور بار ادب

پنچ۔ جناب اوبار! آپ چاہتے ہیں کہ ادیب پہلے زبان و متعلقات ادب میں مہارت پیدا کرے مضمون نگاری بحث پر قلم اٹھائے جس کے مالہ وما علیہ سے واقف ہو تو اس زمانہ میں یہ محال ہے۔ عدم سے وجود بہتر ہے اگرچہ ناقص ہو۔ اس کلیے آجکل دنیا کا عمل ہے۔ گنتی بڑھانا، حال کی حکمت عملی کا جزو اعظم ہے۔ انگریزی مذاق کی تقلید کیلئے میں داخل ہے مقلد سے یہ امید کہ وہ کسی چیز کا موجد ہو جائے یا تقلید میں اعتدال اختیار کرے بہت ضعیف ہے۔ جب تقلید ہی کی ٹھہری تو دیکھ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ مقلدات میں مناسبت اور عدم مناسبت کا خیال کون کرتا ہے۔

ایک تھیں بی ہمسائی انکے پڑوس میں ایک میر صاحب رہتے تھے۔ میر صاحب اپنے گھر میں اس شان سے جھاڑو دے رہے تھے کہ انگرکھے کا پچھلا دامن سر پر تھا پیچھی ہوئی لنگوٹی کی لیبریں جھاڑو کی تقلید کر رہی تھیں۔ ہمسائی نے دیوار سے جھانک کے دیکھا۔ وضع نرالی تھی سوال پیدا ہو گیا: "اے میر صاحب یہ کیا؟" میر صاحب بولے: "بی ہمسائی یہ بھی یاروں کی ایک وضع ہے۔" بی ہمسائی وضع پر بھی لوٹ ہو گئیں اور جواب پر بھی۔ جھٹ لہنگا پیچھے سے الٹ کے سر پر ڈالا صحن میں جھاڑو دینے لگیں اتنے میں آئے میاں۔ میاں بھی پوچھ بیٹھے: "اے بی بی یہ کیا؟" بی بی صاحبہ فرمانے لگیں: "میاں یہ بھی یاروں کی ایک وضع ہے" [illegible] متعلق آپ بھی [illegible] سوئن برن

کے مصنف سے سوال کر سکتے ہیں؟ (ادیر ہے خیر) مولانا
صاحب یہ کیا؟! لیکن اعتراض کا منصب آپکو
شاید نہیں دُنیا اس کی قدر کرتی ہے۔ عیب عام
ہونے کے بعد عیب نہیں رہتا۔ آپ کا منصب پہنچتا
ہے۔ کرو میں آپکے ہوش میں۔ دے حضرت یہ بھی ایڈیٹ
کی ایک رمز ہے کہ مضمون لکھیں اور مفاد یا مختار
کا پتا نہ۔ اللہ کانون کے کچھ قدردانوں کو رکھے۔
برادری کی دست رسیوں سے کچھ نہ کچھ دلا دیگی۔
دہرا لتصویر اور سب کچھ لیجیے مگر انیجانب کی ڈاک پر
چوٹ نہ کیجیے فقط

او حسین نائیہ

مولانا پنچ - کئی ہزار سلام۔

زمانہ حال کی قوت اختراع و ایجاد سے آپ خوب واقف ہیں یہ اختراع و جدت محض سائنس ہی کے لیے محدود نہیں - بلکہ غریب اُردو شاعری کی گردن بھی اسمیں پھنسی ہے نئی پود کے بعض شعرا یورپ کی نقالی میں بہت ترقی کر گئے ہیں ولایت کا صرف نام سنا ہوگا وہاں کی دوشیزہ کو بھری محفل میں ننگی ناچتے نہ دیکھا ہوگا مگر بقول شخصے وصل نہ سہی حسرت ہی سہی "اُردو کا کوئی رسالہ رنجامہ اور عشقیہ کی تعریف سے خالی نہیں دور دور نظمیں لکھی جارہی ہیں عنوان کے لیے ذرا سر کھجایا "پڑا ہوا جانم" "المکٹرس والمنڈی" کا خیال آگیا اور شاعر نے فوراً "او حسینہ نائیہ" پر ایک نظم کہہ گھسیٹی - آپ فرمائینگے کیا جہیز گیا جاہے تو ہم کہیں گے "متقدار یہ" کیا چیز ہے۔ اے خدا وند اُردو کے طفیل اُردو بے طبیعت "دوشی" ہوتی جاتی ہے - ہر لفظ شعری ہونے پر آمادہ ہے "چٹیا سر پہ ہے مگر چپے اور دو گال (کو ضیاء اور نقال) کے نیچے تحقق ہے۔ لہذا "نائی" ہے مذکر بقاعدہ عربی مؤنث اسکا "نائیہ" ہوا۔ سمجھے۔

شاعر آجکل خوش قسمتی سے ایک ایسے برفستانی مقام میں جلوہ افروز ہے جہاں بی بیوں کا عالم بہت آزاد ہے ادھر بالی عمر کی نائی سے لیجیے اور ادھر ساری آنتیں تھا بار دیدان کھائی ہوئی ہیں پیٹ کی ڈھابی میں منجمد ہو کر رہ گئیں ایسی حالت میں حضور کی خاطر تواضع ذری دشوار تھی لیکن حضور کا دستور ہے کہ بغیر تحفہ تحائف قبول نہیں ہوتا - اس پہ نائیہ ذریعہ ملاقات سے ملاحظہ ہو - شاعر کہتا ہے ورنہ وہ نہیں کہتا - یہ سرشیت ایسی اداؤں کا متحمل نہیں -

شیشہ و سبو کو چھیڑ - زلف مشکبو کو چھیڑ - آ کے سر کو چھیڑ
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

بادہ کش الست ہوں - رند بیادہ مست ہوں - اک گرہ ہے پست ہوں
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

سر پہ نظر جمائے جا - دست کرم بڑھائے جا - بال تو بنائے جا
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

ناز سے التفات سے - طرز تجلیات سے - عرض تبسمات سے
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

ہاتھ گلے میں ڈال کر - استرہ نکال کر - خوب دیکھ بھال کر
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

حسن صفائے عیش ہے - آب تجائے عیش ہے - خلوت سرائے عیش ہے
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

چشم خراب ریز ہے - سینہ کدورت خیز ہے - کاکل عطر بیز ہے
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

جامہ ہو پال پال کر - سر کو بیٹ کھول کر - ایک ہاتھ تول کر
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

جل کر جلال تو - آئی بلا کو ٹال تو - اب نہ دیکھ بھال تو
او حسین نائیہ
اک چپت لگائے جا - اک چپت لگائے جا

واقف

تنبیہ الشعرا - قدوائی

سلہ کچھ پروا نہیں جلدی سے پڑھ جائیے۔ نیز مرجع کا مطلب ہے مرجع کے نزدیک سوائے کوئی چیز نہیں ۱۲ منہ

المختصرات

آپ جانیے خدانخواستہ ہندستان کسی کام کی؟ میں کمال حاصل کرنے سے رہا - ان کھیل کود میں یورپ کے نقش قدم پر لنگڑی گھسیٹ لیتا ہے یہی بہت ہے۔

سائمن صاحب جو یہاں ایک مرید خاص برطانیہ سے شطرنج کی بازی کھیلی بازی دو گھنٹے انکی اور تین چلو ٹھہرے گی تھے رہے اسنے میں کھانے کی گھنٹی بجی اور سائمن صاحب اسکا اقرار کر کے اٹھے کہ مشرق و مغرب میں ایک چیز مشترک ہے یعنی شطرنج - ہم کہتے ہیں کہ صاحب بچے اپنے نزدیک ہندوستانیوں کا مول بڑھا مگر شطرنج ہے کیا مال - اچی بڑھ چلا - کنکوے - گلی ڈنڈا - کبڈی - بسن پچیسی - ڈنڈا ڈرنگ وہ کون کھیل ہے جسمیں ہمیں کمال نہیں - کہیں آپ یہ تماشہ دیکھ لیتے تو مغرب کو عقل قدر صدقے اتار دیتے - جی ہاں آپنے کوئی نیا وایا مقرر کیا ہے ایک فیشن وہ بھی اہل مشرق کے واسطے مخصوص ہے یعنے یہی پُرانی یادگار رہی اور پرانی رسموں پر لعنت ضرور بھیجتے ہیں خدا جانے مغرب نے اہل مغرب سے یہ شیوہ سیکھا ہے یا اہل امریکہ سے چنانچہ عربی زبان اور مخصوص طرز سے نماز پڑھنا ورزش اور مردوں کا ایک صحبت میں نظر طا نہ ہونا - ماں نہ ناچنے سے اجتناب یہ سب خصائص ترک کرتے جاتے طاق رکھ دیے اب انھیں اپنے قدیم رسم الخط سے بھی نفرت ہو گئی - لاطینی کو اپنا رہے ہیں - دیکھیے آئندہ پُرانے فرسودہ غیر مہذب شجرہ نسب کا استیصال کس خوش قسمت نسل و ترقی دفتہ تک ہوتا ہے۔

ہمارے پُرانے دوست مسٹر اسکویتھ جیسے انکی ذات سے کبھی کبھار بہت منسا نفع سالانہ ہو جاتا تھا بدل گئی ہائے ہائے

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنے

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گرامو فون کیطرح سرون کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لکھ لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

اس کے حصہ اول کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی اب اسی کتاب کے

حصہ دوم میں مصنف نے

اساتذۂ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنے

تان سین کے عہد سے لے کے زمانہ حال تک صدہا اساتذۂ فن کی گائی اور بنائی ہوئی بے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

اُستاد محمد علی خان

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں اُنسے نقل کی گئی ہیں لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کی معمولی سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت فصاحت سے تبدلے کتاب میں لکھ دیے گئے ہیں اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ اُستاد خود تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی باجہ یا ہارمونیم سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپکو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا۔ تمام ہندوستان کے اُستادوں کا سرمایۂ ناز اسمیں موجود ہے۔ قیمت پانچ روپیہ حصہ اول کی عہ فی جلد۔ محصول ڈاک بہر حال ذمہ خریدار۔

المشتہر: منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

لطف حنوط کے استعمال کا بہترین زمانہ موسم سرما ہے۔ صفحہ ۱۰۲ کے درمیان لیتھو پر اشتہار ملاحظہ ہو۔